عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی تربیت

اور اُس کے نتائج وثمرات (پانچویں قسط)

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

اُصولِ استنباط کی تشکیل وتدوین میں مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے تلامذہ کی مساعی جمیلہ

حقیقت یہ ہے کہ شریعت کے تمام ابواب میں غور وخوض کرنے اور شریعت کے اصول کی روشنی میں اسلامی معاشرے میں پیش آنے والے مشکل مسائل کو حل کرنے کے اصولِ استنباط اور قواعد استخراج کی تشکیل وتدوین میں ائمہ مجتہدین اوران کے شاگردوں کی مساعی جمیلہ کا یہ ثمرہ ہے، چنانچہ شیخ عبدالقادر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۲۹ھ ''أصول الدين'' میں فرماتے ہیں کہ:

صحابہؓ میں سے چار صحابی رضی اللہ عنہم

۱:......حضرت علی رضی اللہ عنہ، ۲:......عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ۳:......زید بن ثابت انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ، ۴:......عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تمام ابوابِ فقہ (شریعت) میں بحث کی ہے۔ یہ چار صحابی رضی اللہ عنہم کسی مسئلے میں کسی قول پر اتفاق کریں تو مبتدع کے سوا کہ فقہ میں اس کے اختلاف کا اعتبار نہیں، مسلم امہ اُن کے قول پر مجتمع ہوجاتی ہے اور اُسے اجماع کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر وہ مسئلہ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول کے مقابلے میں اپنی رائے اور قول میں منفرد ہوں، اس میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۷۴-۱۴۸ھ/ ۶۴۰-۷۶۵ء) عامر بن شرحبیل شعبی کوفی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹-۱۰۳ھ/ ۶۴۰-۷۲۱ء) اور عبیدہ بن عمرو سلمانی رحمۃ اللہ علیہ (۷۲ھ/ ۶۹۲ء) ان کی اتباع کرتے ہیں۔ اور ہر وہ مسئلہ جس میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ منفرد ہوئے، اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وشافعی رحمۃ اللہ علیہ اکثر ان کی پیروی کرتے ہیں اور مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ان کے فرزند حضرت خارجہ رحمۃ اللہ علیہ یقیناً انہی کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ اور ہر وہ مسئلہ جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما منفرد ہوئے، اس میں عکرمہ بن عبداللہ بربری مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۲۵-۱۰۵ھ/ ۶۴۵-۷۲۳ء) اور سعید بن جبیر کوفی رحمۃ اللہ علیہ (۴۵-۹۵ھ/ ۶۶۵-۷۱۴ء) ان کی اتباع کرتے ہیں۔

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

اور ہر وہ مسئلہ جس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ منفرد ہوئے، اس میں علقمہ بن قیس نخعی کوفی رحمۃ اللہ علیہ (۶۲ھ/ ۶۸۱ء) اسود بن یزید نخعی کوفی رحمۃ اللہ علیہ (۷۵ھ/ ۶۹۴ء) اور ابو ثور ابراہیم بن خالد کلبی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ (۱)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ان مذکورہ بالا اربابِ فقہ ونظر اور مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کی فقہی بصیرت ودقتِ نظر کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ ان سے مروی احادیث کی موجودگی میں قیاس کی اجازت نہیں دیتے، چنانچہ امام فخر الاسلام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''راوی کو اگر تفقہ اور اجتہاد میں شرفِ تقدم وشہرت حاصل ہے، جیسا کہ خلفاء راشدینؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کے علاوہ بھی صحابہؓ ہیں جن کو فقہ ونظر میں شہرت حاصل ہے، ان کی حدیث حجت ہے، ان کی حدیث کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑا جائے گا۔ اور راوی اگر عدالت اور حفظ میں مشہور ومعروف ہے، لیکن فقہ میں مشہور نہیں، جیسے: حضرت ابو ہریرہؓ وحضرت انس رضی اللہ عنہما ہیں، ایسے راوی کی حدیث اگر قیاس کے مطابق ہے تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر اس کی حدیث قیاس کے مخالف ہے تو اس حدیث کو نہیں چھوڑا جائے گا، مگر ضرورت کی وجہ سے (یعنی قیاس کا دروازہ مطلقاً بند نہ کیا جائے، بلکہ قیاس کیا جائے گا)۔'' (۲)

یہاں یہ نکتہ بھی ملحوظِ خاطر رہنا چاہیے کہ مذکورہ بالا ائمہ مجتہدین کی مختصر جماعت کو یہ امتیاز وخصوصیت اس لیے حاصل تھی کہ ان برگزیدہ شخصیات کے اجتہادات پر صحت وسلامتی کی مہرِ تصدیق بارگاہِ رسالت سے ثبت ہوچکی تھی اور انہیں افتاء وتعلیم کی اجازت حاصل تھی، چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۳۹ھ ''فتاویٰ عزیزی'' میں رقمطراز ہیں:

''کسانیکہ بحضورِ آں جناب ﷺ بپایۂ اجتہاد کامل رسیدہ بودند و آنحضرت ﷺ اجتہاداتِ ایشاں را تصویب فرمودند وبفتویٰ وتعلیم اجازت فرمودہ بودند، مثل حضرت عمرؓ، وعلیؓ، ومثل عبد اللہ بن مسعودؓ، ومعاذ بن جبلؓ وزید بن ثابت وامثالہم رضی اللہ عنہم''۔ (۳)

''رسول اللہ ﷺ کے حضور میں جنہیں اجتہاد کامل نصیب تھا اور حضور اکرم ﷺ نے ان کے اجتہادات پر مہرِ تصدیق ثبت فرمائی اور انہیں فتویٰ وتعلیم دینے کی اجازت دی تھی، جیسے: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور انہی کی طرح بعض دوسری شخصیات ہیں رضی اللہ عنہم۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا فقہی مقام حضرت عمر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو اجتہاد وفقہی بصیرت میں ایسا پختہ کیا تھا

کہ دورِ فاروقی وعثمانی اور عہدِ مرتضوی میں کوفہ کا قاضی حضرت شریح رحمۃ اللہ علیہ (۷۸ھ/ ۶۹۷ء) کو بنایا گیا تھا، جنہوں نے بعض مقدمات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف فتویٰ دیا تھا اور اُنہیں عہدۂ قضا سے معزول نہیں کیا گیا، چنانچہ ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ وحضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت شریح رحمۃ اللہ علیہ کو کوفہ کا قاضی بنایا اور ان کے فیصلوں پر اعتراض نہیں کیا، باوجودیکہ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مسئلوں میں ان سے اختلاف کیا۔''(۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو حاضرین مجلس سے فرمایا: ''کنیف ملئَ علمًا''...... ''یہ علم بھرا باڑا ہے''...... دوسری مرتبہ فرمایا: ''کنیفٌ ملئَ فقھًا''...... ''تفقہ وفقہی بصیرت سے بھرا باڑا ہے''۔(۵)

خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو: ''أصحاب سرج ھذہ القریۃ''(۶)...... ''یہ اس بستی (کوفہ) کے علمی چراغ ہیں''...... کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے علمی مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

شاگردانِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فقہی مرتبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نظر میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قدر کرتے اور جب وہ آتے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی دعوت کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد آتے تو وہ ان کے لیے کھانا تیار کراتے، انہیں بلاتے تھے، مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ایک بار انہوں نے ہمارے لیے کھانا تیار کیا، پھر مسائل پوچھنے اور فتویٰ دینے لگے اور مسائل میں ہماری مخالفت کرنے لگے، ہمیں جواب دینے سے یہی بات مانع رہی کہ ہم ان کے یہاں کھانے پر مدعو تھے (یہ موقع بحث ومباحثہ کے لیے موزوں نہیں تھا، اس لیے ہم نے اس سے گریز کیا)۔''(۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا عہدِ صحابہؓ میں اجتہاد اور خدمتِ افتاء

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ عہدِ صحابہؓ میں اجتہاد کرتے تھے اوران کے فتووں کو مانا جاتا تھا، چنانچہ امام ابواسحاق الشیرازی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۷۶ھ تحریر فرماتے ہیں:

''أصحاب عبداللّٰہ بن مسعودؓ کشریحؒ والأسودؒ وعلقمۃؒ کانوا یجتھدون فی زمن الصحابۃؓ ولم ینکر علیھم أحد''۔(۸)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد جیسے قاضی شریحؒ، اسودؒ اور علقمہ رحمۃ اللہ علیہم

عہدِ صحابہؓ میں اجتہاد کرتے تھے اور کسی نے ان پر نکیر نہیں کی۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا روایتی وثقاہتی معیار

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو فقہ وحدیث میں جو مرتبہ ومقام حاصل تھا، اس کا اندازہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے کیا جا سکتا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''اور لیکن اہل حدیث جیسے شعبہؒ اور یحییٰ بن سعید القطانؒ اور اربابِ صحاح ستہ وسنن' حفاظ اور غیر ثقات میں تمیز کرتے تھے، چنانچہ وہ کوفہ اور بصرہ کے ایسے ثقہ راویوں کو جن کی ثقاہت شک وشبہ سے بالاتر ہے، خوب جانتے تھے اور ان میں بہت سے ایسے راوی بھی ہیں جو بہت سے حجازی راویوں سے بھی افضل و برتر تھے۔ اور کوفی عالم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی ثقاہت کے متعلق شک وشبہ میں پڑتا ہی نہیں تھا، جیسے علقمہؒ، اسودؒ، عبیدہ سلمانیؒ، حارث تیمیؒ، شریح قاضیؒ، ابراہیم نخعیؒ، حکم بن عتیبہؒ، ان کے بعد اُنہی جیسے حفاظ رواۃ سب سے زیادہ معتبر اور سب سے بڑھ کر حافظ موجود تھے۔ چنانچہ علماء اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شناسانِ حدیث نے جن حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے، ان سے استدلال اور حجت پیش کرنا درست ہے۔ ان اہل علم کا تعلق خواہ کسی شہر سے ہو، اور ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی حدیثوں کو جن کی روایت میں ہر شہر کے علماء منفرد ہیں، انہیں ایک کتاب میں جمع کیا ہے جو ''مفاريد أهل الأمصار'' کے نام سے مشہور ہے۔''(۹)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی کوفہ میں تعلیمی خدمات کا فیضان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعلیمی خدمات کے متعلق محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۰ھ کے بھائی نامور عالم انس بن سیرین بصری رحمۃ اللہ علیہ (۳۴-۱۲۰ھ/ ۶۷۵-۷۳۸ء) کا بیان قاضی حسن بن خلاد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۶۰ھ نے بسند متصل ''المحدث الفاصل'' میں زینتِ کتاب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''قدمت الكوفة قبل الجماجم فرأيت فيها أربعة آلاف يطلبون الحديث وأربع مائة قد تفقهوا''۔(۱۰)

''میں دیر جماجم کے واقعہ یعنی ۸۲ھ سے پہلے کوفہ میں گیا تو میں نے دیکھا کہ یہاں چار ہزار طلبۂ حدیث پڑھتے تھے اور چار سو طلبہ فقیہ بن چکے اور فقہی بصیرت حاصل کر چکے تھے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد تابعینؒ میں صرف کوفے میں چار سو فقیہ موجود تھے۔ دوسرے اسلامی قلمرو کے بلاد اور دیہات کا کیا ذکر؟ ذرا نظر کو بلند کیجئے! عہد صحابہؓ میں کسی صحابیؓ کے شاگردوں کو کہیں ایسے القاب سے یاد کیا گیا ہے اور کیا کسی مجتہد کی تعلیمی وتدریسی خدمات کو خلافت راشدہ میں ایسے شاندار

الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کو پیش کیا ہے؟ یہ نتیجہ وثمرہ اس فقہی بصیرت کا ہے جو انہیں حاصل تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعلیمی وتدریسی خدمات کے عہدِ اموی میں جو شاندار نتائج وثمرات اوران کے دیرپا اثرات کوفہ میں نکلے، اس کی نظیر اسلامی قلمرو کے وسیع وعریض قطعہ میں کہیں اور مشکل سے ملے گی۔

عہد عباسی میں اس کا اثر کوفہ میں حدیث کی گرم بازاری

کوفہ میں حدیث کی گرم بازاری کا اندازہ قاضی حسن بن خلاد رامہرمزی رحمۃ اللہ علیہ (تقریباً ۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۳ء) نے ''المحدث الفاصل'' میں محدثِ بغداد حافظ عفان بن مسلم بصری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۰-۲۲۰ھ/ ۷۴۷-۸۳۵ء) سے بسند متصل نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''فقدمنا الكوفة فأقمنا أربعة أشهر، ولو أردنا أن نكتب مائة ألف حديث لكتبناها، فما كتبنا إلا قدر خمسين ألف حديث وما رضينا من أحد إلا بالإملاء إلا شريكًا، فإنه أبى علينا وما رأينا بالكوفة لحانًا مجوزًا''۔(۱۱)

''ہم کوفہ میں آئے تو چار مہینے ٹھہرے، ہم اگر یہاں یہ چاہتے کہ ایک لاکھ حدیثیں لکھیں تو لکھ سکتے تھے، مگر ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثیں لکھیں، پھر کسی اور سے املا کے علاوہ راضی نہ ہوئے، مگر شریک کے سوا کہ انہوں نے ہم سے انکار کیا اور ہم نے کوفہ میں کسی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا کہ جو عربیت میں غلطی کرے اور اس کو روا رکھے۔''

عفان رحمۃ اللہ علیہ نے جس شہر میں چار مہینے میں پچاس ہزار حدیثیں لکھیں، اس شہر میں حدیث کی کثرت کا کیا ٹھکانا!۔

حواشی وحوالہ جات

۱:......أصول الدین، تالیف عبدالقادر البغدادی، استانبول، مطبعۃ الدولۃ ۱۳۴۶ھ، ص:۳۱۱۔
۲:......أصول البزدوی، ص:۱۵۸-۱۵۹۔
۳:......فتاویٰ عزیزی، دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۴۱ھ، ج:۱، ص:۱۱۸۔
۴:......أصول الجصاص، ج:۲، ص:۱۵۶-۱۵۷۔
۵:......الطبقات الکبریٰ، ج:۲، ص:۳۴۴۔
۶:......تاریخ الثقات للعجلی، طبع ۱۴۰۵ھ، ص:۲۷۶۔
۷:......أصول الجصاص، ج:۲، ص:۱۵۶-۱۵۷۔
۸:......أبو اسحاق شیرازی الشافعی، کتاب اللمع۔
۹:......مجموع الفتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، الریاض ۱۳۹۸ھ، ج:۲۰، ص:۳۱۷۔
۱۰:......المحدث الفاصل، ص:۵۶۰۔
۱۱:......المحدث الفاصل، ص:۵۵۹۔

(جاری ہے)